عمل کے بارے میں
علم اور عمل
جاننے اور کرنے کے درمیان تعلق کے بارے میں

(جولائی 1937)

ON PRACTICE

* کامریڈ ایسے بھی تھے جو تجربیت پسند تھے۔ ان لوگوں نے بہت عرصے تک خود کو اپنے جزوی تجربے تک محدود رکھا، وہ نہ تو انقلابی عمل کے لئے نظریے کی اہمیت کو سمجھتے تھے اور نہ ہی انقلاب کو مجموعی حیثیت سے دیکھ سکتے تھے، بلکہ اندھا دھند کام کرتے تھے، اگرچہ وہ اس میں محنت کرتے تھے۔ ان دو طرح کے کامریڈوں، بالخصوص عقیدہ پرستوں، کے غلط خیالات کی بنا پر 34-1931 میں چینی انقلاب کو شدید نقصان پہنچا، اور عقیدہ پرستوں نے مارکسیوں کا لبادہ پہن کر بہت سے کامریڈوں کو الجھاؤ میں ڈال دیا۔ زیر نظر مضمون ''عمل کے بارے میں'' کامریڈ ماوزے تنگ نے اس غرض سے لکھا ہے کہ مارکسی نظریۂ علم کے نقطۂ نظر سے پارٹی میں عقیدہ پرستی اور تجربیت، خاص طور پر عقیدہ پرستی، کی موضوعیت پسندانہ غلطیوں کا پردہ فاش کیا جائے۔ اس کا عنوان ''عمل کے بارے میں'' اس لئے رکھا گیا تھا کہ اس میں عقیدہ پرستی جیسی موضوعیت کو جو عمل کا استخفاف کرتی ہے بے نقاب کرنے پر زور دیا گیا تھا۔ کامریڈ ماؤزے تنگ نے اس مقالے میں پیش کردہ نظریات کو ینان کے جاپان دشمن فوجی اور سیاسی کالج میں ایک تقریر کی صورت میں بیان کیا۔

مارکس سے پہلے، مادیت علم کے مسئلے کا جائزہ لیتی تھی تو اسے انسان کی سماجی فطرت اور اس کے

تاریخی ارتقا سے الگ کرلیتی تھی، اوراسی کی سماجی فطرت اوراس کے تاریخی ارتقا سے الگ کرلیتی تھی، اوراسی وجہ سے وہ سماجی عمل پرعلم کے انحصار، یعنی پیداوار اور طبقاتی جدوجہد پرعلم کے انحصار کو سمجھنے سے قاصر رہی تھی۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ مارکسیوں کے نزدیک انسان کی پیداواری سرگرمی انتہائی بنیادی عملی سرگرمی ہے، جواس کی دوسری تمام سرگرمیوں کا تعین کرتی ہے۔ انسان کے علم کا انحصار زیادہ تر مادی پیداوار میں اس کی سرگرمی پر ہوتا ہے، جس کے ذریعے وہ بتدریج فطرت کے مظاہر، اس کے خواص اوراس کے قوانین، اور انسان اور فطرت کے تعلق کوایک زمانے میں ہماری پارٹی میں بعض ایسے کامریڈ تھے جوعقیدہ پرست تھے۔ یہ لوگ بہت عرصے تک چینی انقلاب کے تجربے کورد کرتے رہے تھے، وہ اس صداقت سے انکار کرتے تھے کہ ''مارکسزم کوئی عقیدہ نہیں بلکہ عمل کے لئے مشعل ہدایت ہے''، وہ مارکسی تصانیف میں سے چند الفاظ اور فقرے سیاق وسباق سے الگ کر لیتے تھے اوران سے عوام کومرعوب کرتے تھے۔ ان کے علاوہ بعض سمجھنے لگتا ہے۔ اوراس پیداواری سرگرمی کے ذریعے وہ رفتہ رفتہ بعض رشتوں کوبھی کسی نہ کسی حد تک سمجھنا شروع کر دیتا ہے جوانسان اور انسان کے درمیان قائم ہیں۔ یہ تمام علم پیداواری سرگرمی سے الگ رہ کر حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ ایک غیر طبقاتی سماج میں ہرفرد سماج کے ایک رکن کی حیثیت سے دوسرے ارکان کے ساتھ مشترکہ کوشش میں شریک ہوتا ہے، ان کے ساتھ معین پیداواری رشتوں میں منسلک ہوتا ہے اورانسان کی مادی ضروریات پوری کرنے کے لئے پیداواری سرگرمی میں مصروف ہوتا ہے۔ تمام طبقاتی سماجوں میں مختلف طبقوں کے سماجی ارکان بھی مختلف طریقوں سے معین پیداواری رشتوں میں منسلک ہوتے ہیں اور اپنی مادی ضروریات پوری کرنے کے لئے پیداواری سرگرمی میں مصروف ہوتے ہیں۔ یہی وہ اصل سرچشمہ ہے جس سے انسانی علم کی نشوونما ہوتی ہے۔

انسان کا سماجی عمل پیداواری سرگرمی تک ہ محدود نہیں، بلکہ اس کی اور بھی بہت سی صورتیں ہیں۔ طبقاتی جدوجہد، سیاسی زندگی، سائنسی اور فنکارانہ سرگرمیاں، مختصر یہ کہ انسان سماجی مخلوق کی حیثیت سے سماج کی عملی زندگی کے تمام شعبوں میں حصہ لیتا ہے۔ اس طرح انسان نہ صرف اپنی مادی زندگی کے ذریعے بلکہ سیاسی اور ثقافتی زندگی کے ذریعے بھی (دونوں ہی مادی زندگی سے گہرے طور پر وابستہ ہیں) کسی نہ کسی حد تک انسان اور انسان کے درمیان مختلف رشتوں سے واقفیت حاصل کرتا ہے۔ سماجی عمل کی

ان دوسری اقسام میں سے خاص طور پر طبقاتی جدو جہد اپنی تمام مختلف شکلوں میں انسان کے علم کے ارتقا پر گہرا اثر ڈالتی ہے۔طبقاتی سماج میں ہر فرد کسی نہ کسی طبقے کے رکن کی حیثیت سے زندگی بسر کرتا ہے اور ہر قسم کی فکر پر بلا استثنیٰ کسی نہ کسی طبقے کی چھاپ ہوتی ہے۔

مارکسیوں کے نزدیک انسانی سماج میں پیداواری سرگرمی نچلی سطح سے اونچی سطح کی طرف بتدریج ترقی کرتی ہے اور نتیجتاً انسانی علم بھی، خواہ وہ فطرت سے متعلق ہو یا سماج سے، نچلی سطح سے اونچی سطح کی طرف بتدریج ترقی کرتا ہے، یعنی کم گہرائی سے زیادہ گہرائی کی طرف اور یک طرفہ سے کئی طرفہ کی جانب۔ تاریخ میں انسان ایک طویل مدت تک قدرتی طور پر سماج کی تاریخ کے یک طرفہ علم تک محدود رہا۔اس کی پہلی وجہ تو یہ تھی کہ استحصالی طبقوں کا تعصب ہمیشہ سماج کی تاریخ کو مسخ کرتا رہتا تھا، اور دوسری وجہ یہ تھی کہ چھوٹے پیمانے کی پیداوار نے انسان کے دائرہ نظر کو محدود کر رکھا تھا۔ جب جدید پرولتاریہ زبردست پیداواری قوتوں (بڑے پیمانے کی صنعت) کے ساتھ ابھر آیا، تب ہی انسان اس قابل ہوسکا کہ سماج کے ارتقا کا جامع اور تاریخی علم حاصل کرے اور اس علم کو ایک سائنس، یعنی مارکسزم کی سائنس میں تبدیل کر دے۔

مارکسیوں کا نقطہ نظر یہ ہے کہ صرف انسان کا سماجی عمل ہی اس کے خارجی دنیا سے متعلق علم کی صداقت کو پرکھنے کی کسوٹی ہے۔حقیقت میں ہوتا یہ ہے کہ انسانی علم کی تصدیق صرف اسی وقت ہوتی ہے، جب کہ وہ سماجی عمل (مادی پیداوار، طبقاتی جدو جہد یا سائنسی تجربے) کے دوران متوقع نتائج حاصل کرتا ہے۔اگر کوئی شخص اپنے کام میں کامیاب ہونا چاہتا ہے، یعنی متوقع نتائج حاصل کرنا چاہتا ہے تو اسے اپنے خیالات اور معروضی خارجی دنیا کے قوانین میں لازمی طور پر مطابقت پیدا کرنی چاہیئے۔اگر ان دونوں میں مطابقت نہیں ہوگی تو وہ اپنے عمل میں ناکام رہے گا۔ناکام ہونے کے بعد وہ اپنی ناکامی سے سبق حاصل کرتا ہے اور اپنے خیالات کی اصلاح کرتا ہے، تاکہ وہ خارجی دنیا کے قوانین سے ہم آہنگ ہو جائیں، اس طرح وہ ناکامی کو میابی میں تبدیل کرسکتا ہے،''ناکامی کی ماں ہے''اور''ٹھوکر کھا کر عقل آتی ہے'' کا مطلب یہی ہے۔جدلیاتی مادیت کا نظریہ علم عمل کو اولین حیثیت دیتا ہے۔اس کے نزدیک انسانی علم کو کسی بھی طرح عمل سے جدا نہیں کیا جاسکتا اور وہ تمام غلط نظریات کو رد کرتا ہے جو عمل کی اہمیت سے انکار کرتے ہیں یا علم کو عمل سے الگ کرتے ہیں۔لینن نے کہا ہے:''عمل علم (نظری) سے بالاتر ہے، کیونکہ اس میں

نہ صرف ہمہ گیریت کی عظمت ہے بلکہ فوری واقعیت کی شان بھی ہے۔'' ☆ مارکسی فلسفہ۔ جدلیاتی مادیت کی دو نمایاں خصوصیات ہیں: پہلی اس کی طبقاتی نوعیت ہے، یہ کھلے بندوں اعلان کرتی ہے کہ جدلیاتی مادیت پرولتاریہ کی خدمت کے لئے ہے دوسری اس کی عملیت ہے، یہ اس بات پر زور دیتی ہے کہ نظریہ کا انحصار عمل پر ہوتا ہے، یہ اس بات پر زور دیتی ہے کہ نظریے کی بنیاد عمل پر قائم ہوتی ہے اور پھر نظریہ عمل کی خدمت کرتا ہے۔ کسی علم یا نظریے کی صداقت کا تعین موضوعی احساسات سے نہیں ہوتا بلکہ اس کا تعین سماجی عمل کے ذریعے حاصل کردہ معروضی نتائج سے ہوتا ہے۔ صرف سماجی عمل ہی صداقت کی کسوٹی ہوسکتا ہے۔ عمل کے نقطۂ نظر کو جدلیاتی مادیت کے نظریۂ علم میں اولین و بنیادی نقطۂ نظر کی حیثیت حاصل ہے ☆2-

لیکن آخر انسانی علم عمل سے کس طرح پیدا ہوتا ہے اور پھر وہ عمل کی خدمت کس طرح کرتا ہے؟ اگر ہم علم کے ارتقا کے تدریجی عمل کا مطالعہ کریں تو یہ بات واضح ہو جائے گی۔

انسان عمل کے دوران سب سے پہلے محض اشیا کے مظاہر، ان کے جداگانہ پہلوؤں اور ان کے باہمی خارجی تعلقات کو دیکھتا ہے۔ مثال کے طور پر باہر کے بعض افراد حالات کا مشاہدہ کرنے کے لئے ینان آتے ہیں۔ پہلے دو ایک دن وہ ینان کے جغرافیائی حالات، گلی کوچے اور مکانات دیکھتے ہیں، بہت سے لوگوں سے ملتے ہیں، دعوتوں، عصرانوں اور عام جلسوں میں شریک ہوتے ہیں، مختلف قسم کی باتیں سنتے ہیں اور مختلف دستاویزات پڑھتے ہیں۔ یہ سب اشیا کے مظاہر، ان کے جداگانہ پہلو اور ان کے خارجی تعلقات ہیں۔ اسے وقوف کا محسوساتی مرحلہ کہتے ہیں، یعنی یہ حسی واردات اور تاثرات کا مرحلہ ہے۔ بالفاظ دیگر ینان کی یہ مخصوص اشیا مشاہداتی گروہ کے ارکان کے حواس پر اثر انداز ہو کر ان کے حسی واردات کو جنم دیتی ہیں اور ان کے ذہنوں میں بہت سے تاثرات پیدا کرتی ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ ان تاثرات کے درمیان خارجی تعلقات کا سرسری نقشہ بھی تشکیل کرتی ہیں۔ یہ وقوف کا پہلا مرحلہ ہے۔ اس مرحلے میں انسان ہنوز ایسے تصورات قائم نہیں کرسکتا جو زیادہ گہرے ہوں، اور نہ ہی وہ منطقی نتائج اخذ کر سکتا ہے۔

سماجی عمل جاری رہتا ہے تو وہ چیزیں بار بار پیش آتی ہیں جو انسان کے عمل کے دوران اس کے حسی واردات اور تاثرات کو جنم دیتی ہیں، پھر وقوف کے تدریجی عمل کے دوران ذہن میں یک لخت تبدیلی

(زقند) واقع ہوتی ہے اور تصورات قائم ہو جاتے ہیں۔ اب تصورات کی حیثیت اشیا کے مظاہر، ان کے جداگانہ پہلوؤں اور ان کے خارجی تعلقات کی نہیں رہتی، بلکہ وہ اشیا کی ماہیت، ان کی کلیت اور ان کے داخلی تعلقات کا احاطہ کر لیتے ہیں۔ تصورات اور حسی واردات کے درمیان نہ صرف مقداری بلکہ کیفیتی فرق بھی ہوتا ہے۔ آگے چل کر قوت فیصلہ اور استنتاج کے ذریعے منطقی نتائج برآمد کئے جاسکتے ہیں۔ <<سان کویئن ای>> نامی ناول میں اس قول کا کہ 'بھنویں سکیڑ لو تو تدبیر ذہن میں آجاتی ہے'' یا روزمرہ کی زبان میں یہ کہنے کا کہ ''مجھے ذرا غور کر لینے دو'' مطلب یہ ہے کہ انسان فیصلے اور استنتاج کے لئے اپنے دماغ میں تصورات کو استعمال میں لاتا ہے۔ یہ وقوف کا دوسرا مرحلہ ہے۔ جب مشاہداتی گررہ کے ارکان مختلف قسم کی معلومات جمع کر لیتے ہیں اور مزید برآں جب وہ ''ان پر غور بھی کر لیتے ہیں'' تو وہ اس فیصلے پر پہنچ جاتے ہیں کہ ''کمیونسٹ پارٹی کی جاپان دشمن قومی متحدہ محاذ سے متعلق پالیسی مکمل، مخلصانہ اور حقیقی ہے''۔ اگر یہ افراد بھی نیک نیتی سے قومی نجات کے لئے اتحاد کے حق میں ہوں تو وہ یہ فیصلہ کرنے کے بعد ایک قدم آگے جاسکتے ہیں اور یہ نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ ''جاپان دشمن قومی متحدہ محاذ کامیاب ہوسکتا ہے۔'' کسی شے کا علم حاصل کرنے کے پورے تدریجی عمل میں تصور، فیصلے اور استنتاج کا یہ مرحلہ اور زیادہ اہم ہوتا ہے، یہ عقلی علم کا مرحلہ ہے۔ علم کا اصل کام احساس کے ذریعے فکر تک پہنچنا، بتدریج معروض اشیا کے داخلی تضادات، ان کے قوانین، اور ایک تدریجی عمل اور دوسرے تدریجی عمل کے درمیان داخلی تعلقات کے علم تک پہنچنا، یعنی منطقی علم تک پہنچنا ہے۔ بالفاظ دیگر منطقی علم محسوساتی علم سے اس لحاظ سے مختلف ہوتا ہے کہ محسوساتی علم کا تعلق اشیا کے جداگانہ پہلوؤں، مظاہر اور خارجی تعلقات سے ہوتا ہے، جب کہ منطقی علم اشیا کی کلیت، ماہیت اور داخلی تعلقات تک پہنچنے اور گردوپیش کی دنیا میں موجود داخلی تضادات کو ظاہر کرنے کے لئے ایک بری چھلانگ لگاتا ہے، اور اس طرح گردوپیش کی دنیا کے ارتقا کا، اس کی کلیت میں، اس کے تمام پہلوؤں کے داخلی تعلقات کے اعتبار سے، احاطہ کرنے پر قادر ہوتا ہے۔

علم کے ارتقا کے تدریجی عمل کا یہ نظریہ جدلیاتی مادیت، جس کی بنیاد عمل پر ہے اور جو کم گہرائی سے زیادہ گہرائی کی طرف بڑھتا ہے، مارکسزم کے تشکیل پذیر ہونے سے پہلے کبھی کسی نے تخلیق نہیں کیا تھا۔ مارکسی مادیت نے پہلی بات اس مسئلے کو صحیح طور پر حل کیا اور مادی اور جدلیاتی ہر دو اعتبار سے یہ بتایا کہ وقوف گہرائی کی طرف حرکت پذیر ہوتا ہے۔ یہ ایسی حرکت ہے جس کے ذریعے سماج میں انسان اپنی پیداوار اور

طبقاتی جدوجہد کے پیچیدہ عمل اور اس عمل کی مسلسل تکرار کے دوران محسوساتی علم سے منطقی علم کی طرف ترقی کرتا ہے۔ لینن نے کہا ہے کہ ''مادے، قانونِ فطرت، قدر اور اسی قسم کی دوسری چیزوں کی تجرید، مختصر یہ کہ جملہ سائنسی تجریدات (جو صحیح اور پُرمغز ہوں اور لغو نہ ہوں) فطرت کی زیادہ گہری، زیادہ سچی اور زیادہ مکمل عکاسی کرتی ہیں۔'' ☆3 مارکسزم۔لینن ازم کا موقف یہ ہے کہ وقوف کے تدریجی عمل کے ہر دو مراحل اپنی اپنی خصوصیات رکھتے ہیں۔ نچلے مرحلے میں علم اپنا اظہار بطور محسوساتی علم کرتا ہے اور اونچے مرحلے میں وہ اپنا اظہار بطور محسوساتی علم کرتا ہے، لیکن دونوں مراحل وقوف کے مربوط تدریجی عمل کے مراحل ہیں۔ محسوساتی علم اور عقلی علم باعتبار کیفیت ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں لیکن ایک دوسرے سے بے تعلق نہیں ہوتے، وہ عمل کی بنیاد پر ایک دوسرے سے منسلک ہوتے ہیں۔ ہمارا عمل یہ ثابت کرتا ہے کہ جس چیز کو محسوس کیا جاتا ہے، وہ فوراً ادراک میں نہیں آتی اور یہ کہ جو چیز ادراک میں آ جاتی ہے، صرف اسی کو زیادہ گہرائی کے ساتھ محسوس کیا جا سکتا ہے۔ احساس محض مظاہر کا مسئلہ حل کرتا ہے، ماہیت کے مسئلے کو صرف نظریہ ہی حل کر سکتا ہے۔ ان دونوں مسائل کو کسی طرح بھی عمل سے جدا رکھ کر حل نہیں کیا جا سکتا۔ جو کوئی بھی کسی چیز کے بارے میں کچھ جاننا چاہتا ہے، اس کے لئے اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں کہ وہ اس چیز سے رابطہ پیدا کرے، یعنی اس کے ماحول میں رہے (عمل کرے)۔ جاگیردارانہ سماج میں سرمایہ دارانہ سماج کے قوانین کا پہلے ہی سے علم حاصل کرنا غیر ممکن تھا، کیونکہ اس وقت تک سرمایہ داری معرض وجود میں نہیں آئی تھی اور اس سے متعلق عمل ناپید تھا۔ مارکسزم صرف سرمایہ دارانہ سماج کی ہی پیداوار ہو سکتا تھا۔ بے قید سرمایہ داری کے دور میں مارکس کو سامراج کے دور کے بعض مخصوص قوانین کا پہلے ہی سے ٹھوس علم نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ اس وقت تک سامراج جو سرمایہ داری کا آخری مرحلہ ہے، معرض وجود میں نہیں آیا تھا اور اس سے متعلق عمل ناپید تھا۔ صرف لینن اور اسٹالن ہی اس فرض کو اپنے ذمے لے سکتے تھے۔ مارکس، اینگلس، لینن اور اسٹالن اپنے نظریات کی تشکیل میں اپنی ذہانت سے قطع نظر، بنیادی طور پر اس وجہ سے کامیاب ہوئے تھے کہ انہوں نے اپنے اپنے زمانے کی طبقاتی جدوجہد اور سائنسی تجربات میں بذاتِ خود عملی طور پر حصہ لیا تھا۔ اس شرط کے بغیر ذہین سے ذہین آدمی بھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔ یہ کہاوت کہ ''عالم اپنی دہلیز سے باہر قدم نکالے بغیر اس وسیع و عریض دنیا کے سارے امور سے واقف ہوتا ہے''، اس زمانے کی محض ایک کھوکھلی بات تھی جب تکنالوجی نے ترقی نہیں کی تھی۔ ہر چند کہ یہ مقولہ ترقی یافتہ تکنالوجی کے

موجودہ دور میں درست قرار دیا جا سکتا ہے، تاہم حقیقی ذاتی علم صرف ان لوگوں کے حاصل ہوتا ہے جو اس وسیع وعریض دنیا میں عمل میں حصہ لیتے ہیں اور جب یہ لوگ اپنے عمل کے ذریعے ''علم'' حاصل کر لیتے ہیں اور جب ان کا علم تحریروں اور تکنیکی ذرائع سے کسی ''عالم'' تک پہنچتا ہے، تب ہی یہ ممکن ہوتا ہے کہ وہ بالواسطہ طور پر ''اس وسیع وعریض دنیا کے سارے امور سے واقف ہو''۔ اگر آپ کسی شے یا کسی ایک نوع کی اشیا کا علم براہ راست حاصل کرنے کے خواہشمند ہیں تو آپ کو حقیقت کو تبدیل کرنے، اس شے یا اس نوع کی اشیا کو تبدیل کرنے کے لیے بذات خود عملی جدوجہد میں حصہ لینا پڑے گا، کیونکہ صرف اسی طریقے سے آپ اس شے یا اس نوع کی اشیا کے مظاہر سے رابطہ پیدا کر سکتے ہیں، صرف حقیقت کو تبدیل کرنے کی عملی جدوجہد میں بذات خود شرکت کرنے کے ذریعے ہی سے آپ اس شے یا اس نوع کی اشیا کی ماہیت کو منظر عام پر لا سکتے ہیں اور انہیں سمجھ سکتے ہیں۔ یہی علم کا راستہ ہے جس پر ہر شخص واقعی سفر کرتا ہے، اگرچہ بعض لوگ معاملات کو دانستہ طور پر توڑ موڑ کر پیش کرتے ہوئے اس کے برعکس دلائل پیش کرتے ہیں۔ دنیا میں سب سے مضحکہ خیز شخص وہ ''عالم کل'' ہے جو ادھر ادھر کی سنی سنائی باتوں سے علم کی شدید حاصل کر لیتا ہے اور پھر یہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ ''علامہ دھر'' ہے۔ اس سے صرف ایک ہی بات ظاہر ہوتی ہے اور وہ یہ کہ اس نے اپنا اندازہ ٹھیک طریقے سے نہیں کیا۔ علم ایک سائنس ہے اور اس میں کسی قسم کی بد دیانتی اور غرور کی کوئی گنجائش نہیں۔ جس چیز کی ضرورت ہے وہ اس کے قطعاً برعکس ہے۔ وہ ہے دیانت اور انکسار۔ اگر آپ علم چاہتے ہیں تو آپ کو حقیقت کو تبدیل کرنے کے عمل میں حصہ لینا ہوگا۔ اگر آپ ناشپاتی کا ذائقہ معلوم کرنا چاہتے ہیں تو آپ کو بذات خود ناشپاتی کو کھا کر اسے تبدیل کرنا ہوگا۔ اگر آپ ایٹم کی ساخت اور اس کے خواص جاننا چاہتے ہیں تو آپ کو ایٹم کی حالت تبدیل کرنے کے لئے طبعی اور کیمیاوی تجربات کرنے ہوں گے۔ اگر آپ انقلاب کا نظریہ اور طریقہ جاننا چاہتے ہیں تو آپ کو انقلاب میں حصہ لینا ہوگا۔ تمام حقیقی علم براہ راست تجربے سے پیدا ہوتا ہے۔ لیکن انسان ہر چیز کا براہ راست تجربہ نہیں کر سکتا۔ امر واقعہ یہ ہے کہ ہمارا بیشتر علم بالواسطہ تجربے سے حاصل ہوتا ہے، گذشتہ زمانے اور بیرونی ممالک کا تمام علم ایسا ہی ہے۔ ہمارے آبا واجداد اور غیر ملکیوں کو یہ علم براہ راست تجربے سے حاصل ہوا تھا یا ہوتا ہے، اور اگر ان کے براہ راست تجربے سے حاصل ہوا تھا یا ہوتا ہے، اور اگر ان کے براہ راست تجربے کے دوران ''سائنسی تجرید'' کی شرط کو، جس کا ذکر لینن نے کیا ہے، پورا کیا گیا تھا یا کیا گیا ہے اور معروضی

حقیقت کی سائنسی طریقے سے عکاسی کی گئی تھی یا کی گئی ہے تو یہ علم قابل اعتماد ہوتا ہے، بصورت دیگر اس پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ لہذا انسان کا علم صرف دو حصوں پر مشتمل ہوتا ہے، ایک وہ جو بلا واسطہ تجربے سے حاصل ہوتا ہے اور دوسرا وہ جو بالواسطہ تجربے سے حاصل ہوتا ہے۔ مزید برآں جو تجربہ میرے لئے بالواسطہ ہے وہ دوسرے لوگوں کے لئے بلاواسطہ ہے۔ لہذا مجموعی حیثیت سے دیکھا جائے تو کسی بھی قسم کے علم کو براہ راست تجربے سے جدا نہیں کیا جا سکتا۔ انسان کا تمام علم اس کے جسمانی حواس کے ذریعے معروضی خارجی دنیا کے احساس سے حاصل ہوتا ہے۔ جو شخص ایسے احساس سے انکار کرتا ہے، براہ راست تجربے سے انکار کرتا ہے یا حقیقت کو تبدیل کرنے والے عمل میں بنفس نفیس شریک ہونے سے انکار کرتا ہے، وہ مادیت پسند نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ''عالم کل'' مضحکہ خیز ہوتا ہے۔ ایک پرانی چینی کہاوت ہے کہ ''شیر کے بھٹ میں داخل ہوئے بغیر تم شیر کے بچے کیسے پکڑ سکتے ہو؟'' یہ کہاوت انسان کے عمل پر بھی صادق آتی ہے اور نظریہ علم پر بھی صادق آتی ہے۔ عمل سے الگ رہ کر کوئی علم حاصل نہیں ہو سکتا۔

حقیقت کو تبدیل کرنے والے عمل کی بنا پر پیدا شدہ وقوف کی جدلیاتی مادی حرکت کی وضاحت کے لئے، یعنی وقوف کی بتدریج گہرائی اختیار کرنے کی حرکت کی وضاحت کے لئے چند مزید ٹھوس مثالیں درج ذیل ہیں۔

اپنے عمل کے پہلے دور میں، یعنی مشینیں توڑنے اور خود رو جدوجہد کے دور میں پرولتاریہ سرمایہ دارانہ سماج کی بابت اپنے علم میں محض وقوف کے محسوساتی مرحلے پر تھا، وہ صرف سرمایہ داری کے مظاہر کے چند پہلوؤں اور ان کے خارجی تعلقات سے آشنا تھا۔ پرولتاریہ اس وقت تک ایک ''طبقہ بالذات'' تھا۔ لیکن جب وہ اپنے عمل کے دوسرے دور میں، یعنی شعوری اور منظم اقتصادی اور سیاسی جدوجہد کے دور میں داخل ہوا تو وہ سرمایہ دارانہ سماج کی ماہیت، سماجی طبقات کے درمیان استحصال کے رشتوں اور خود اپنے تاریخی فرض کو سمجھنے کے قابل ہو گیا، اور اسے یہ علم خود اپنے عمل سے، اپنی طویل جدوجہد کے تجربے سے ہی حاصل ہو سکا تھا، مارکس اور اینگلس نے اسی تجربے کی ہر نوع کی سائنسی طریقے سے تلخیص کر کے پرولتاریہ کی تعلیم کے لے مارکسزم کے نظریے کی تشکیل کی۔ اس کے بعد ہی پرولتاریہ ایک ''برائے خود طبقہ'' بنا تھا۔

چینی عوام کو سامراج کے بارے میں علم اسی طرح حاصل ہوا۔ پہلا مرحلہ سطحی، محسوساتی علم کا مرحلہ

تھا، جس کا اظہار تائپنگ آسمانی سلطنت اور ای ہوتوان جیسی تحریکوں میں بلا امتیاز سارے غیر ملکیوں کے خلاف جدوجہد کے صورت میں ہوا تھا۔ یہ بات صرف دوسرے مرحلے میں ہی ہوئی کہ چینی عوام عقلی علم کے مرحلے میں پہنچے۔ اس وقت انہوں نے سامراج کے داخلی اور خارجی تضادات کو سمجھا اور اس حقیقت کو بھی سمجھا کہ سامراج نے چینی عوام کو ظلم وستم اور لوٹ کھسوٹ کا شکار بنانے کے لئے چین کے کمپراڈور اور جاگیردار طبقوں سے گٹھ جوڑ کر رکھا ہے۔ اس علم کی ابتدا 1919 کی 4/ مئی تحریک کے لگ بھگ ہوئی۔

آیئے، اب جنگ کے متعلق غور کریں۔ اگر وہ لوگ جو جنگ کی رہنمائی کرتے ہیں، جنگ کا کوئی تجربہ نہیں رکھتے تو وہ ابتدائی مرحلے میں کسی مخصوص جنگ (مثلاً، ہماری پچھلے دس سال کی انقلاب اراضی کی جنگ) کی رہنمائی کرنے والے پیچیدہ قوانین کو نہیں سمجھ سکیں گے۔ ابتدائی مرحلے میں انہیں محض لڑائی لڑنے کا بہت سا تجربہ حاصل ہوگا، اور اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ انہیں بہت سے شکستوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ لیکن یہ تجربہ (جیتی ہوئی لڑائیوں اور خصوصاً ھاری ہوئی لڑائیوں کا تجربہ) ان کو اس قابل بنا دیتا ہے کہ وہ پوری جنگ کے مزاج اور مضمرات، یعنی اس مخصوص جنگ کے قوانین سمجھیں، اس کی حکمت عملی اور تدابیر کو سمجھیں اور اس طرح جنگ کی اعتماد کے ساتھ رہنمائی کریں۔ اگر ایسے موقع پر جنگ کی کمان کسی ناتجربہ کار شخص کے سپرد کر دی جائے تو وہ بھی متعدد شکستوں دو دو چار ہونے کے بعد (تجربہ حاصل کرنے کے بعد) جنگ کے حقیقی قوانین کو سمجھ لے گا۔

جب کوئی کامریڈ کسی ذمہ داری کو قبول کرنے میں ہچکچاہٹ محسوس کرتا ہے تو اکثر اس قسم کے کلمات سننے میں آتے ہیں کہ ''مجھے یقین نہیں کہ میں اس کام کو انجام دے سکتا ہوں۔'' وہ اپنے متعلق اس بے یقینی کی کیفیت میں کیوں مبتلا ہوتا ہے؟ اس لئے کہ اسے اس کام کے مضمرات اور حالات سے با قاعدہ واقفیت نہیں ہوتی یا اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ اس کا اس طرح کے کام سے بہت تھوڑا سابقہ پڑا ہوتا ہے یا بالکل ہی سابقہ نہیں پڑا ہوتا، لہٰذا اس کام سے متعلق قوانین اس کے علم سے باہر ہوتے ہیں۔ اس کام کی نوعیت اور حالات کا تفصیلی تجزیہ کرنے کے بعد ہی وہ اپنے آپ میں زیادہ اعتماد محسوس کرے گا اور اسے بخوشی کرے گا۔ اگر وہ اس کام پر کچھ وقت صرف کرے گا اور تجربہ حاصل کرے گا، اور اگر وہ ایک ایسا شخص ہے جو کشادہ ذہنی سے معاملات کی چھان بین کرنے پر آمادہ ہے اور ایسا شخص نہیں ہے جو مسائل کا موضوعی، یک طرفہ اور سطحی اندازہ لگاتا ہے، تو وہ خود بخود یہ نتیجہ اخذ کر سکے گا کہ اس کام کو کس طرح انجام دے، اور اس

طرح وہ اسے زیادہ جرأت مندی سے کر سکے گا۔ صرف وہی لوگ جو مسائل کا موضوعی، یک طرفہ اور سطحی اندازہ لگاتے ہیں، حالات کا جائزہ لئے بغیر، اشیا کو تماماً (یعنی ان کی تاریخ اور بحیثیت مجموعی ان کی موجودہ کیفیت کو) جانچے بغیر اور اشیا کی ماہیت (یعنی ان کی نوعیت اور ایک شے کا دوسری شے سے باہمی داخلی تعلق) کو سمجھے بغیر، موقع پر پہنچتے ہی خود رائی سے احکام یا ہدایات جاری کریں گے۔ ایسے لوگ یقیناً منہ کے بل زمین پر آ گرتے ہیں۔

اس طرح یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ وقوف کے تدریجی عمل میں پہلا قدم یہ ہے کہ خارجی دنیا کی اشیا سے رابطہ پیدا کیا جائے، یہ احساس کا مرحلہ ہے۔ دوسرا قدم یہ ہے کہ احساس سے حاصل شدہ معلومات کا ترتیب اور از سر نو ترکیب کے ذریعے امتزاج کیا جائے، یہ تصور، فیصلے اور استنتاج کا مرحلہ ہے۔ احساس سے حاصل شدہ معلومات اسی وقت صحیح تصورات اور نظریات قائم کرنے کی بنیاد بن سکتی ہیں جب کہ وہ وسیع اور جامع ہوں (متفرق نہ ہوں) اور حقیقت سے مطابقت رکھتی ہوں (خیالی نہ ہوں)۔

یہاں دو اہم نکات پر زور دینا ضروری ہے۔ پہلا۔ جس کا ذکر اوپر کیا جا چکا ہے، لیکن اس کا اعادہ بے جا نہیں ہوگا۔ یہ ہے کہ عقلی علم کا انحصار محسوساتی علم پر ہوتا ہے۔ جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ عقلی علم کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ محسوساتی علم سے حاصل کیا جائے، وہ تصوریت پسند ہے۔ فلسفے کی تاریخ میں ایک ''عقلیت پسند'' مکتب فکر ہے جو صرف عقلیت کی حقیقت کو تسلیم کرتا ہے اور تجربے کی حقیقت کو تسلیم نہیں کرتا، وہ محض عقلیت کو قابل اعتماد گردانتا ہے، اس کے نزدیک محسوساتی تجربہ قابل اعتماد نہیں ہے۔ یہ مکتب فکر حقائق کو الٹا دینے کی بنا پر غلطی کو مرتکب ہوتا ہے۔ عقلی علم صرف اس لئے قابل اعتماد ہے کہ اس کا ماخذ حسی واردات میں ہوتا ہے، بصورت دیگر یہ ایسے پانی کی مانند ہوگا جس کا کوئی منبع نہ ہو، ایسے درخت کی مانند ہوگا جس کی جڑیں نہ ہوں، یہ موضوعی، خود زائیدہ اور نا قابل اعتماد ہوگا۔ جہاں تک وقوف کے تدریجی عمل کی ترتیب کا تعلق ہے، محسوساتی تجربہ اولین حیثیت رکھتا ہے۔ ہم وقوف کے تدریجی عمل میں سماجی عمل کی اہمیت پر محض اسی لئے زور دیتے ہیں کہ صرف سماجی عمل ہی انسانی علم کو جنم دے سکتا ہے اور صرف اسی کی بنا پر انسان معروضی خارجی دنیا سے محسوساتی تجربے کے حصول کی ابتدا کر سکتا ہے۔ جو شخص اپنی آنکھیں بند کر لے، کانوں میں روئی ٹھونس لے اور معروضی خارجی دنیا سے بالکل قطع تعلق کر لے، وہ کوئی علم حاصل نہیں کر سکتا۔ علم کی ابتدا تجربے سے ہوتی ہے۔ یہ نظریہ علم کی مادیت ہے۔

دوسرا نکتہ یہ ہے کہ علم میں تبحر پیدا کرنے کی ضرورت ہے، یعنی علم کو محسوساتی مرحلے سے عقلی مرحلے تک پہنچانے کی ضرورت ہے۔ یہ نظریہ علم کی جدلیات ہے☆4- یہ خیال کرنا ''تجربیت'' کی تاریخی غلطی کو دھرانے کے مترادف ہوگا کہ علم نچلے مرحلے یعنی محسوساتی مرحلے پر رک سکتا ہے اور یہ کہ صرف محسوساتی علم ہی قابل اعتماد ہے اور عقلی علم پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ اس نظریے کی غلطی یہ نہ سمجھنے میں ہے کہ ہرچند کہ محسوساتی معلومات معروضی خارجی دنیا کی بعض حقیقتوں کی عکاسی کرتی ہیں (میں یہاں تصوری تجربیت کی بات نہیں کر رہا ہوں جو تجربے کو نام نہاد باطنی مشاہدے تک محدود کر دیتی ہے)، تاہم وہ محض یک طرفہ اور سطحی ہوتی ہیں، اشیا کی نامکمل عکاسی کرتی ہیں اور ان کی ماہیت کی عکاسی نہیں کرتیں۔ کسی شے کی مجموعی طور پر بھرپور عکاسی کرنے کے لئے، اس کی ماہیت کی عکاسی کرنے کے لئے اور اس کے مخصوص اندرونی قوانین کی عکاسی کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ فکر کو بروئے کار لا کر حسی واردات سے حاصل شدہ وسیع اور جامع معلومات کو از سر نو مرتب کیا جائے، کھوٹ کو چھوڑ دیا جائے اور اصل کو رکھ لیا جائے، باطل کو ترک کیا جائے اور حق کو سنبھال لیا جائے، ایک چیز سے دوسری چیز کی طرف اور ظاہر سے باطن کی جانب بڑھا جائے، تاکہ تصورات اور نظریات کا ایک نظام قائم کیا جا سکے۔ یہ ضروری ہے کہ محسوساتی علم سے عقلی علم کی طرف زقند لگائی جائے۔ اس طرح کا مرتب کردہ علم زیادہ کھوکھلا اور زیادہ ناقابل اعتماد نہیں ہوتا۔ اس کے برعکس وقوف کے تدریجی عمل میں عمل کی بنیاد پر جو کچھ سائنسی طریقے سے از سر نو مرتب کیا جاتا ہے، وہ بقول لینن معروضی حقیقت کی زیادہ گہری، زیادہ سچی اور زیادہ مکمل عکاسی کرتا ہے اس کے برخلاف بے ہودہ ''عملی لوگ'' تجربے کی عزت کرتے ہیں اور نظریے کو حقیر سمجھتے ہیں، چنانچہ اس بنا پر ان کی نگاہ کسی مکمل معروضی تدریجی عمل کا جامعیت کے ساتھ احاطہ نہیں کر سکتی، ان کی کوئی واضح سمت نہیں ہوتی اور ان کی نظر زیادہ دور دیکھنے کے قابل نہیں ہوتی۔ وہ وقتی کامیابیوں اور حقیقت کی معمولی سی جھلکیوں سے ہی مطمئن ہو جاتے ہیں۔ اگر ایسے لوگ انقلاب کی رہنمائی کریں تو وہ اسے اندھے غار میں لے جائیں گے۔

عقلی علم کا انحصار محسوساتی علم پر ہوتا ہے اور محسوساتی علم کو عقلی علم میں تبدیل کرنا ضروری ہوتا ہے، یہ جدلیاتی مادیت کا نظریہ علم ہے۔ فلسفے میں نہ تو ''عقلیت'' علم کی تاریخی یا جدلیاتی نوعیت کو سمجھ پاتی ہے اور نہ ''تجربیت''، اگرچہ ہر دو مکاتب فکر میں صداقت کا ایک ایک پہلو موجود ہے (میری مراد مادی عقلیت اور تجربیت سے ہے، تصوری عقلیت اور تجربیت سے نہیں)، لیکن بحیثیت مجموعی نظریہ علم کے سلسلے میں دونوں

ہی غلطی پر ہیں۔محسوساتی سے عقلی کی طرف جدلیاتی مادیت کی حرکت علم، وقوف کے کسی معمولی تدریجی عمل کے بارے میں بھی صحیح ہے (مثال کے طور پر کسی ایک شے یا کام کو جاننا) اور وقوف کے کسی بڑے تدریجی عمل کے بارے میں بھی صحیح ہے (مثال کے طور پر کسی مکمل سماج یا کسی انقلاب کو جاننا)۔

لیکن یہاں پہنچ کر علم کی حرکت ختم نہیں ہو جاتی۔اگر جدلیاتی مادیت کی حرکت علم عقلی علم تک آ کر رک جائے تو صرف نصف مسئلہ حل ہوگا۔اور جہاں تک مارکسی فلسفے کا تعلق ہے، یہ نصف حصہ بھی نسبتاً کم اہمیت کا ہوگا۔مارکسی فلسفے کے نزدیک معروضی دنیا کے قوانین کو سمجھنا اور اس طرح اس کی تشریح کرنے کے قابل ہونا سب سے اہم مسئلہ نہیں ہے، بلکہ سب سے اہم مسئلہ یہ ہے کہ دنیا کو سرگرمی کے ساتھ تبدیل کرنے کے لئے معروضی قوانین کے علم کا اطلاق کیا جائے۔مارکسی نقطۂ نظر سے نظریہ اہم ہوتا ہے اور اس کی اہمیت کا اظہار لینن کے اس بیان میں پوری طرح ہوتا ہے کہ ''انقلابی نظریے کے بغیر کوئی انقلابی تحریک نہیں ہوسکتی۔'' ☆5 لیکن مارکسزم نظریے کی اہمیت پر صرف اور صرف اس لئے زور دیتا ہے کہ یہ عمل کی رہنمائی کرسکتا ہے۔اگر ہمارے پاس کوئی صحیح نظریہ ہو، لیکن ہم فقط اس کے متعلق زبانی جمع خرچ کرتے رہیں، اسے بالائے طاق رکھ دیں اور اس کے مطابق عم نہ کریں تو اس نظریے کی، خواہ وہ کتنا ہی اچھا کیوں نہ ہو، کوئی اہمیت نہیں ہوگی۔علم کی ابتدا عمل سے ہوتی ہے اور نظری علم کو جو عمل کے ذریعے حاصل ہوتا ہے، پھر عمل کی طرف لوٹنا چاہیئے۔علم کا عملی کام نہ صرف اپنے آپ کو محسوساتی علم سے عقلی علم کی جانب عملی زقند میں ظاہر کرتا ہے بلکہ۔اور یہ زیادہ اہم بات ہے۔اسے اپنے آپ کو لازماً عقلی علم سے انقلابی عمل کی جانب زقند کی صورت میں ظاہر کرنا چاہیئے۔جس علم کے ذریعے دنیا کے قوانین پر دسترس حاصل ہو، اس کا رخ دنیا کو تبدیل کرنے کے عمل کی جانب موڑنا چاہیئے، اس علم کو ازسرنو پیداوار کے عمل، انقلابی طبقاتی جدوجہد اور انقلابی قومی جدوجہد کے عمل اور رسائنسی تجربے کے عمل میں بروئے کار لانا چاہیئے۔یہ نظریے کو پرکھنے اور ترقی دینے کا تدریجی عمل ہے، یہ وقوف کے مکمل تدریجی عمل کا تسلسل ہے۔محسوساتی سے عقلی کی طرف علم کی مذکورہ بالا حرکت کے دوران یہ مسئلہ کہ آیا نظریہ معروضی حقیقت سے مطابقت رکھتا ہے یا نہیں، پوری طرح حل نہیں ہوتا اور نہ ہوسکتا ہے۔اس مسئلے کو پوری طرح حل کرنے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ عقلی علم کا رخ سماجی عمل کی جانب موڑا جائے، عم پر نظریے کا اطلاق کیا جائے اور دیکھا جائے کہ اس سے مطلوبہ مقاصد کی تکمیل ہوتی ہے یا نہیں۔نیچرل سائنس کے بہت سے نظریات کو صحیح تصور

کیا جاتا ہے، اس کی وجہ صرف یہ نہیں کہ جب نیچرل سائنس دانوں نے ان کی بنا ڈالی تھی تو اس وقت انہیں صحیح تصور کیا گیا تھا، بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ بعد کے سائنسی عمل کے دوران ان کی تصدیق ہو چکی ہے۔ اسی طرح مارکسزم۔لینن ازم کو صحیح تصور کیا جاتا ہے تو اس کی وجہ صرف یہ نہیں کہ جب مارکس، اینگلس، لینن اور اسٹالن نے سائنسی طریقے سے اس کی تشکیل کی تھی تو اس وقت اسے صحیح تصور کیا گیا تھا، بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ بعد کی انقلابی طبقاتی جدوجہد اور انقلابی قومی جدوجہد کے عمل کے دوران اس کی تصدیق ہو چکی ہے۔ جدلیاتی مادیت عالمگیر صداقت ہے کیونکہ عمل کے میدان میں کوئی بھی شخص اس کی حدود سے باہر نہیں رہ سکتا۔ انسانی علم کی تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ بہت سے نظریات کی صداقت نامکمل ہوتی ہے اور یہ ایک نامکملیت کا تدارک عملی آزمائش سے ہوتا ہے۔ بہت سے نظریات غلط ہوتے ہیں اور عمل کی کسوٹی پر پرکھنے کے بعد ہی ان کی غلطیوں کا ازالہ ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عمل سچائی کی کسوٹی ہے اور یہی وجہ ہے کہ ''زندگی کے نقطۂ نظر، عمل کے نقطۂ نظر کو نظریہ علم میں اولین اور بنیادی حیثیت حاصل ہونی چاہیئے'' ☆6- اسٹالن نے کیا خوب کہا ہے، ''اگر نظریے کا تعلق انقلابی عمل سے نہ ہو تو وہ بے مقصد ہو جاتا ہے، بالکل اسی طرح جیسے انقلابی نظریے کی روشنی نہ ہو تو عمل اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں مارتا رہے گا۔'' ☆7

جب ہم اس نکتے پر پہنچ جاتے ہیں، تو کیا یہاں علم کی حرکت مکمل ہو جاتی ہے؟ ہمارا جواب یہ ہے کہ مکمل ہو بھی جاتی ہے اور نہیں بھی ہوتی۔ جب سماج کے لوگ کسی مخصوص معروضی تدریجی عمل (خواہ وہ فطری ہو یا سماجی) کے ارتقا کے کسی مخصوص مرحلے میں اس معروض تدریجی عمل کو تبدیل کرنے کے لئے عمل پیرا ہوتے ہیں تو وہ اپنے ذہنوں پر معروضی تدریجی عمل کے عکس اور اپنے شعوری موثر کردار کو بروئے کار لانے کی بنا پر اپنے علم کو محسوساتی سے عقلی مرحلے میں پہنچا سکتے ہیں، اور ایسے خیالات، نظریات، منصوبے یا پروگرام مرتب کر سکتے ہیں جو عمومی طور پر اس معروضی تدریجی عمل کے قوانین سے مطابقت رکھتے ہوں، پھر وہ ان خیالات، نظریات، منصوبوں یا پروگراموں کو اسی معروضی تدریجی عمل میں روبہ عمل لاتے ہیں، اور اگر وہ اس طرح مطلوبہ مقاصد حاصل کر سکیں، یعنی اگر وہ اسی تدریجی عم کے دوران پہلے سے وضع کردہ خیالات، نظریات، منصوبوں یا پروگراموں کو حقیقت کے سانچے میں ڈھال سکیں یا عمومی طور پر ڈھال سکیں یا عمومی طور پر ڈھال سکیں تو یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ اس مخصوص تدریجی عمل کی حد تک علم کی حرکت مکمل ہو گئی ہے۔ مثال کے طور پر فطرت کو تبدیل کرنے کے تدریجی عمل کے کے دوران، کسی انجینیر نگ کے منصوبے

کی تکمیل، کسی سائنسی مفروضے کی تصدیق، کسی اوزار کی تیاری یا فصل کی کٹائی، یا سماج کو تبدیل کرنے کے تدریجی عمل کے دوران، کسی ہڑتال کی کامیابی، کسی جنگ میں کامیابی یا کسی تعلیمی منصوبے کی تکمیل کو لیجئے، یہ تمام چیزیں مطلوبہ مقاصد کی تکمیل سمجھی جاسکتی ہیں۔لیکن عام طور پر دیکھنے میں آیا ہے کہ فطرت کو تبدیل کرنے کے عمل کے دوران یا سماج کو تبدیل کرنے کے عمل کے دوران لوگوں کے ابتدائی خیالات، نظریات، منصوبے یا پروگرام بغیر کسی تبدیلی کے خال خال ہی پورے ہوتے ہیں۔اس کی وجہ یہ ہے کہ جو لوگ حقیقت کو تبدیل کرنے میں مصروف ہوتے ہیں، وہ اکثر بہت سی حدود کے پابند ہوتے ہیں، وہ نہ صرف موجودہ سائنسی اور تکنیکی حالات، بلکہ خود معروضی تدریجی عمل کے ارتقا اور اس تدریجی عمل کے اظہار کی حدود میں مقید ہوتے ہیں (معروضی تدریجی عمل کے پہلوؤں اور اس کی ماہیت کا ابھی تک پوری طرح انکشاف نہیں کیا گیا)۔ایسی صورت میں عمل کے دوران غیر متوقع حالات پیش آنے کی وجہ سے خیالات، نظریات، منصوبوں یا پروگراموں میں عموماً جزوی طور پر اور بعض اوقات کلی طور پر تبدیلی کرنی پڑتی ہے۔ بالفاظ دیگر ایسا ہوتا ہے کہ ابتدائی خیالات، نظریات، منصوبے یا پروگرام جزوی طور پر یا کلیتاً حقیقت سے مطابقت نہیں رکھتے اور وہ جزوی طور پر یا کلیتاً غلط ہوتے ہیں۔ بسا اوقات بار بار ناکامیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے، تب کہیں جا کر علم کی غلطیوں کی اصلاح کی جاسکتی ہے اور معروضی تدریجی عمل کے قوانین سے مطابقت پیدا کی جاسکتی ہے اور اس طرح موضوعی کو معروضی میں تبدیل کیا جاسکتا ہے، یا بالفاظ دیگر عمل کے دوران متوقع نتائج برآمد کئے جاسکتے ہیں۔لیکن جب وہ مقام آجائے، خواہ وہ کسی طرح آئے، تو کسی مخصوص معروضی تدریجی عمل کے ارتقا کے کسی مخصوص مرحلے میں اس معروضی تدریجی عمل کے بارے میں انسانی علم کی حرکت کو مکمل تصور کیا جاسکتا ہے۔

بہر حال، جہاں تک تدریجی عمل کی ترقی کا تعلق ہے، انسانی علم کی حرکت مکمل نہیں ہوتی۔ ہر تدریجی عمل، خواہ وہ فطری وہ یا سماجی، اپنے اندرونی تضاد اور کشمکش کے سبب آگے بڑھتا اور ترقی کرتا ہے، انسانی عم کی حرکت کو بھی اس کے ساتھ آگے بڑھنا اور ترقی کرنا چاہیئے۔ جہاں تک سماجی تحریکوں کا تعلق ہے، سچے انقلابی رہنماؤں کو نہ صرف اس وقت جب کہ اپنے خیالات، نظریات، منصوبوں یا پروگراموں میں غلطیوں کا پتہ چلے تو ان کی اصلاح کرنے میں ماہر ہونا چاہیئے، جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے، بلکہ جب کوئی مخصوص معروضی تدریجی عمل ترقی کر کے ارتقا کے ایک مرحلے سے دوسرے مرحلے میں داخل ہو جائے تو

انہیں اس کے ساتھ اپنے اور اپنے تمام انقلابی ساتھیوں کے موضوعی علم کو ترقی دینے اور تبدیل کرنے مین بھی ماہر ہونا چاہیئے، یعنی ان کو اس بات کو یقینی بنانا چاہیئے کہ مجوزہ نئے انقلابی فرائض اور نئے عملی پروگرام صورت حال میں نئی تبدیلیوں سے مطابقت رکھیں۔ انقلابی دور میں صورت حال بہت تیزی سے تبدیل ہوتی ہے۔ اگر انقلابیوں کے علم میں تبدیل شدہ صورت حال کے مطابق بہت تیزی سے تبدیلی واقع نہیں ہوگی، تو وہ انقلاب کو فتح کی منزل تک نہیں پہنچا سکیں گے۔

تاہم اکثر اوقات ایسا ہوتا ہے کہ فکر حقیقت سے پیچھے رہ جاتی ہے، اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ انسان کا وقوف بہت سی سماجی حالات کا پابند ہوتا ہے۔ ہم انقلابی صفوں میں ایسے کٹر لوگوں کے خلاف ہیں جن کی فکر بدلتے ہوئے معروضی حالات کے ساتھ آگے نہیں بڑھتی اور تاریخی اعتبار سے دائیں بازو کی موقع پرستی کا مظہر ہوتی ہے۔ ایسے لوگ یہ بات سمجھنے سے قاصر ہوتے ہیں کہ تضادات کی کشمکش نے معروضی تدریجی عمل کو آگے بڑھا دیا ہے لیکن ان کا علم پرانے مرحلے پر ہی رکا پڑا ہے۔ تمام کٹر لوگوں کی فکر کا یہی خاصہ ہے۔ ان کی فکر کا سماجی عمل سے کوئی تعلق نہیں ہوتا اور وہ آگے بڑھ کر سماج کے کارواں کی رہنمائی نہیں کر سکتے۔ وہ پیچھے پیچھے ہی چلتے رہتے ہیں، یہ بڑبڑاتے رہتے ہیں کہ یہ بہت تیز جا رہا ہے اور اسے پیچھے گھسیٹنے یا مخالف سمت میں موڑنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔

ہم ''بائیں بازو'' کی لفاظی کے بھی خلاف ہیں۔ ''بائیں بازو کے لوگوں'' کی فکر معروضی تدریجی عمل کے ارتقا کے مخصوص مرحلے سے آگے نکل جاتی ہے، ان میں سے بعض اپنے واہموں کو صداقت سمجھتے ہیں اور بعض موجودہ حالات میں ایک ایسا نصب العین حاصل کرنے کی بے سود کوشش کرتے ہیں جس کا حصول مستقبل میں ہی ممکن ہو سکتا ہے۔ وہ عوام کی اکثریت کے موجودہ عمل اور اپنے زمانے کے حقائق سے رو گردانی کرتے ہیں اور اپنے افعال میں خطر پسندی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

تصوریت اور میکانکی مادیت، موقع پرستی اور خطر پسندی۔ یہ سب موضوعی اور معروضی کے درمیان پائی جانے والی عدم یگانگت اور علم اور عمل کے درمیان پائی جانے والی عدم مطابقت کی خصوصیات رکھتی ہیں۔ مارکسزم۔ لینن ازم کا نظریہ علم جو سائنسی سماجی عمل کی خصوصیات رکھتا ہے، ان غلط نظریات کی سختی سے مخالفت کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ مارکسی یہ تسلیم کرتے ہیں کہ کائنات کے ارتقا کے مطلق اور عمومی تدریجی عمل میں ہر مخصوص تدریجی عمل کا ارتقا اضافی اور عمومی تدریجی عمل میں ہر مخصوص تدریجی عمل کا ارتقا اضافی حیثیت

رکھتا ہے، اور یہ کہ اس بنا پر مطلق صداقت کے لامتناہی سلسلے میں کسی مخصوص تدریجی عمل کے ارتقا کے کسی مخصوص مرحلے میں اس تدریجی عمل کے بارے میں انسانی علم فقط اضافی صداقت کی حیثیت رکھتا ہے۔ بے شمار اضافی صداقتوں کا مجموعہ مطلق صداقت کی تشکیل کرتا ہے۔ ☆8- معروضی تدریجی عمل کا ارتقا تضادات اور کشمکشوں سے پر ہوتا ہے اور یہی حال انسانی علم کی حرکت کے ارتقا کا ہے۔ معروضی دنیا کی جملہ جدلیاتی حرکات جلد یا بدیر انسانی علم میں منعکس ہوسکتی ہیں۔ سماجی عمل میں، وجود میں آنے، نشوونما پانے اور معدوم ہو جانے کا تدریجی عمل لامتناہی ہے، اسی طرح انسانی علم میں بھی، وجود میں آنے، نشوونما پانے اور معدوم ہو جانے کا تدریجی عمل لامتناہی ہے۔ جوں جوں انسانکا عمل جو معروضی حقیقت کو مخصوص خیالات، نظریات، منصوبوں یا پروگراموں کے مطابق تبدیل کرتا ہے، آگے کی طرف بڑھتا جاتا ہے، اسی مناسبت سے انسان کا معروضی حقیقت سے متعلق علم بھی عمیق سے عمیق تر ہوتا جاتا ہے۔ معروضی حقیقت کی دنیا میں تغیر کی حرکت کا سلسلہ کبھی ختم نہیں ہوتا اور اسی طرح انسان بذریعہ عمل صداقت کا جو وقوف حاصل کرتا ہے اس کا سلسلہ بھی لامتناہی ہوتا ہے۔ مارکسزم۔ لینن ازم نے صداقت کے سارے ذخیرے کا احاطہ نہیں کر لیا، بلکہ وہ عمل دوران صداقت کا علم حاصل کرنے کے لئے مسلسل راہیں کھولتا رہتا ہے۔ ہم نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ موضوعی اور معروضی کے درمیان، نظریے اور عمل کے درمیان، جاننے اور کرنے کے درمیان ٹھوس اور تاریخی اتحاد ہونا چاہیئے، اور ہم ان تمام غلط نظریات کے، خواہ وہ ''بائیں بازو'' کے ہوں یا دائیں بازو کے، خلاف ہیں جو ٹھوس تاریخ سے انحراف کرتے ہیں۔

سماج کے ارتقا کے موجودہ دور میں تاریخ نے دنیا کو صحیح طور پر سمجھنے اور اسے تبدیل کرنے کی ذمہ داری پرولتاریہ اور اس کی پارٹی پر عائد کی ہے۔ یہ تدریجی عمل، یعنی دنیا کو تبدیل کرنے کا عمل جس کا تعین سائنسی علم کے مطابق ہوتا ہے، دنیا میں اور چین میں ایک تاریخی لمحے تک آ پہنچا ہے۔ یہ ایک ایسا عظیم لمحہ ہے جس کی نظیر انسانی تاریخ میں نہیں ملتی۔ یہ لمحہ دنیا اور چین سے تاریکی کا مکمل خاتمہ کرنے اور دنیا کو ایک ایسی روشن دنیا میں تبدیل کرنے کا لمحہ ہے، جس کا پہلے کبھی وجود نہ تھا۔ پرولتاریہ اور انقلابی عوام کی دنیا کو تبدیل کرنے کی جدوجہد کا انحصار مندرجہ ذیل فرائض کی تکمیل پر ہے: معروضی دنیا کو تبدیل کرنا اور اس کے ساتھ ساتھ اپنی موضوعی دنیا میں بھی تبدیلی پیدا کرنا۔ اپنے وقوف کی صلاحیت کو تبدیل کرنا اور موضوعی دنیا اور معروضی دنیا کے درمیان رشتوں کو تبدیل کرنا۔ کرۂ ارض کے ایک حصے یعنی سوویت یونین میں یہ تبدیلی

وقوع پذیر ہو چکی ہے اور وہاں کے عوام تبدیلی کے اس تدریجی عمل کو آگے بڑھا رہے ہیں۔ چینی عوام اور دنیا کے عوام بھی تبدیلی کے اسی تدریجی عمل سے گزر رہے ہیں یا مستقبل میں گزریں گے۔ جس معروضی دنیا کو تبدیل کرنا ہے، اس میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو تبدیلی کے خلاف ہیں، ایسے لوگوں کو تبدیل ہونے کے لئے جبر کے مرحلے سے گزرنا ہوگا، تب کہیں جا کر وہ رضا کارانہ اور شعوری تبدیلی کے مرحلے میں پہنچیں گے۔ جب تمام انسانیت رضا کارانہ اور شعوری طور سے خود کو اور دنیا کو تبدیل کرلے گی، اس وقت عالمی کمیونزم کا دور آجائے گا۔

عمل کے ذریعے صداقت معلوم کرو اور پھر بذریعہ عمل صداقت کی تصدیق کرو اور اسے ترقی دو۔ محسوساتی علم سے ابتدا کرو اور اسے سرگرمی سے عقلی علم تک پہنچاؤ اور پھر عقلی علم سے ابتدا کرو اور موضوعی اور معروضی دنیا، ہر دو کو تبدیل کرنے کے لئے سرگرمی سے انقلابی عمل کی رہنمائی کرو۔ عمل، علم پھر عمل اور پھر علم۔ یہ چکر کبھی ختم نہیں ہوتا، اور ہر چکر کے ساتھ عمل اور علم کی سطح بلند ہوتی جاتی ہے۔ یہی جدلیاتی مادیت کا مکمل نظریہ علم ہے، اور یہی جدلیاتی مادیت کا جاننے اور کرنے کی وحدت کا نظریہ ہے۔

تشریحات

1- وی۔ آئی۔ لینن، ''ہیگل کے <<علم منطق>> کا خاکہ''۔

2- ملاحظہ کیجئے کارل مارکس، ''فیورباخ سے متعلق مقالے'' اور وی۔ آئی۔ لینن، <<مادیت اور تجربی تنقیدیت>>، باب دوم، حصہ ششم۔

3- وی۔ آئی۔ لینن، ''ہیگل کے <<علم منطق>> کا خاکہ''۔

4- ملاحظہ کیجئے وی۔ آئی۔ لینن، ''ہیگل کے <<علم منطق>> کا خاکہ'' جس میں انہوں نے کہا ہے کہ ''سمجھنے کے لئے تجربے سے ابتدا کر کے سمجھنا، مطالعہ کرنا ضروری ہے اور تجربیت سے کلیت کی سطح پر پہنچنا ضروری ہے۔''

5- وی۔ آئی۔ لینن، ''کیا کرنا چاہیئے؟''، باب اول، حصہ چہارم۔

6- وی۔ آئی۔ لینن، <<مادیت اور تجربی تنقیدیت>>، باب دوم، حصہ ششم۔

7- جے۔ وی۔ اسٹالن، ''لینن ازم کی بنیادیں''، حصہ سوم۔

8- ملاحظہ کیجئے وی۔ آئی۔ لینن، <<مادیت اور تجربی تنقیدیت>>، باب دوم، حصہ پنجم۔